مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء سے متعلق فقہاء پاکستان کی آراء: ایک تنقیدی جائزہ

The Opinions of Pakistani Scholars Regarding Muslim Family Laws Ordinance 1961: A Critical Review

☆ ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی

☆☆ ڈاکٹر حافظ صالح الدین

Abstract:

For all laws, rules and regulations including family laws,the main sources of derivation are the Holly Quran and Sunnah. In Islamic terminology, all of the above rules of conduct, so for expressed are called shari`ah. Not only laws related to family code or rituals are derived from the same sources, rather all economic, political and social rules and regulations are also derived from these Fundamentals of Islamic Shari`ah. In an Islamic Society, family holds an important position like an institution. All the members of the family including women, as mothers, sisters, daughters or wives can play their role in various capacities. The most important points in family matters are related to marriage, divorce, Iddat, Raza`at, Hibba and inheritance, etc. keeping in view the emerging scenario and contemperory issues, this article discusses the problems related with family matters, particularly the issues of monogamy (marriage with one woman) and bigamy (Marriage with two women). These laws compiled in the muslim family laws of Ordinance 1961, are critically analyzed by the renown scholars of Pakistan in this paper.

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر / چیرمین شعبہ اسلامیات وعربی عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

نافذ کیا گیا۔

زیرِنظر آرٹیکل میں اس آرڈیننس کے متعلق علماء وفقہاء پاکستان کی آراء کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) اندراج نکاح: مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی رُو سے ہر وہ نکاح جو اسلامی قانون کے مطابق ہو، اس کا رجسٹرار نکاح کے پاس اندراج ہونا ضروری ہے، ہر یونین کونسل ایک یا ایک سے زیادہ لوگوں کو نکاح رجسٹرڈ کرنے کا لائسنس دے گی، تاہم ایک وارڈ میں ایک سے زیادہ لوگوں کو یہ لائسنس نہیں دیا جاسکتا، اسی طرح اس آرڈیننس کی رو سے ہر ایسا نکاح جو نکاح رجسٹرار نے منعقد نہ کروایا ہو، اس کی اطلاع نکاح رجسٹرار کو دینا ہوتی ہے اور اس کے پاس اس کا اندراج کروانا ضروری ہے، اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ قابل سزا جرم ہے، جس پر تین ماہ تک قید محض یا ایک ہزار روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ نکاح کو رجسٹرڈ کرنے کی غرض سے ہر نکاح رجسٹرار رجسٹرڈ برائے اندراج کو منظّم کرتا ہے، یہ رجسٹر یونین کونسل میں محفوظ رکھا جاتا ہے، جبکہ ہر رجسٹر ہونے والے نکاح کی ایک کاپی شوہر اور بیوی دونوں کو فراہم کی جاتی ہے، مجوزہ فیس ادا کر کے رجسٹرڈ نکاح نامہ کی کاپی حاصل کی جاسکتی ہے۔(۱)

عائلی قوانین آرڈیننس کے مذکورہ دفعہ کے مثبت اور منفی پہلوؤں کے متعلق علماء پاکستان نے اپنی آراء کا اظہار کچھ یوں کیا ہے، مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

''اگر اس قانون کا منشاء یہ ہے کہ جو نکاح رجسٹریشن کے بغیر عمل میں آئے، وہ قانوناً نکاح ہی نہ قرار دیا جائے، تب تو یہ دفعہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے واضح ارشادات کے بالکل منافی ہے، نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نکاح کے شرائط میں رجسٹری کرانے کو کہیں دخل دیا ہے اور نہ پوری امت نے اس کو شرط سمجھا ہے، اور اگر منشا یہ ہے کہ نکاح تو تسلیم کیا جائے، مگر خلاف ورزی قانون کی بنا پر اس کو سزا دی جائے، تو یہ ایک خالص انتظامی معاملہ ہے، بدنظمی اور جعلسازی کو روکنے کے لیے حکومت کی طرف سے ایسا اقدام تو مناسب ہے، مگر اس پر اتنی شدید سزاؤں کا کوئی جواز نہیں ہے، ہر برائی کو سزاؤں ہی کے ذریعے روکنے کا تصور کچھ اچھا نہیں''۔(۲)

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

''نکاح کی رجسٹری کا حکم قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں، مگر کوئی ایسی حدیث بھی موجود نہیں ہے جس سے نکاح کی رجسٹری کی ممانعت کی گئی ہو، بلکہ فقہائے حنفی کے نزدیک کتابت نکاح مستحب ہے (ملاحظہ ہو، فتح

قرار دیا ہے یہ بھی زائد شرط ہے جس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں سرے سے رجسٹریشن کے خلاف ہوں، نکاح کا لکھ لینا کوئی بُری بات نہیں ۔۔۔ یادداشت کے طور پر لکھنا ٹھیک ہی رہتا ہے، میرا سوال یہ ہے کہ اگر رجسٹریشن نہیں کرایا گیا تو کیا اس کو سزا ملنی چاہیے ، ہرگز نہیں ،کیوں کہ اسلام کی رو سے زوجین کے درمیان یہ نکاح جائز نکاح ہے، رجسٹر نہ کرانے والے کے لیے یہ سزا کافی ہے کہ بوقت اختلاف اس کو ثبوت نکاح میں دشواری ہوگی اور وہ نکاح ثابت کرنے کے لیے گواہوں کو حاضر کرنے کی کلفت اٹھائے گا۔

چونکہ عدالت تحریری ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس نکاح کو درست تصور نہیں کرے گی ،اب فرض کرو اس منکوحہ عورت کا اغوا کیا گیا اور اغوا کنندہ یا کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہو گیا ،تو اس کا پہلا اصلی شرعی خاوند عدالت میں دعویٰ دائر نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کے پاس اپنے نکاح کا کوئی تحریری ثبوت موجود نہیں اور عدالت اصلی شرعی نکاح کو تسلیم ہی نہیں کرتی تو وہ مرد اپنی منکوحہ عورت کی واپسی کے مطالبہ کا دعویٰ عدالت میں دائر نہیں کرسکتا ، نیز یہ عورت اپنے جائز خاوند کی وراثت میں حصہ دار ہونے کا دعویٰ عدالت میں دائر نہیں کرسکتی اور نہ خاوند اپنی اس عورت کے مرنے کے بعد اس کی وراثت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔وعلی ھذ القیاس یہی حشر ان دونوں کی اولاد کا ہوگا اور عدالت سے والدین کے مال متروکہ میں ان کو حق وراثت نہیں دلایا جاسکتا ، نہ عورت اس نکاح کی بنیاد پر حق مہر یا نان نفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے۔اس لیے عدالت اس نکاح کو تسلیم ہی نہیں کرتی ، یہ خرابیاں ایسی ہیں جو صریحاً مداخلت فی الدین ہیں ۔لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ناجائز نکاحوں کی روک تھام ہو جائے گی ، میں کہتا ہوں کہ رجسٹریشن سے ناجائز اور جھوٹے نکاحوں کی روک تھام ہرگز نہیں ہوسکتی ، ناجائز نکاح اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ معاشرہ کی اصلاح نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان خرابیوں کا انسداد اس وقت تک ہوسکتا ہے جب تک بدمعاش اور غنڈے موجود ہیں ، عائلی قوانین کے باوجود ایسا ہی ہوتا رہے گا۔رجسٹریشن کے باوجود یہ قباحتیں پیدا ہوسکتی ہیں ، مثلاً کوئی شخص رجسٹرار کو کچھ رشوت دے کر اس سے نکاح کا سرٹیفکیٹ لے سکتا ہے اور کسی بے خبر عورت کے ساتھ اپنا نکاح جھوٹ موٹ عدالت میں رجسٹریشن کی بنا پر ثابت کرسکتا ہے، قصہ کوتاہ جب تک معاشرہ کی اصلاح نہیں ہوتی ، ان بدمعاشیوں اور ناجائز نکاحوں کا علاج نہیں ہوسکتا''۔(۵)

(۲) تعدّد ازدواج:۔ مسلم عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کے مطابق ایک مرد حکومت کی اجازت کے بغیر دوسری شادی نہیں کرسکتا، چنانچہ آرڈیننس ہذا کی دفعہ ۶ میں کہا گیا ہے کہ:

''کوئی شخص موجودہ نکاح کی موجودگی میں ثالثی کونسل کی پیشگی تحریری اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہیں

ہے۔ اگر ایک عورت سے نکاح اولیٰ اور بہتر ہوتا تو ابتداء سے مثنیٰ وثلٰث وربٰع سے قبل واحدۃ کا ذکر ہوتا (ترتیب اس کی مقتضی ہے) لیکن قرآن کریم نے وحدت کو چھوڑ کر متعدد نکاحوں کا عام مشورہ دیا ہے۔۔۔اس سلسلہ میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے کسی عورت کو مجبور نہیں کیا، عاقلہ بالغہ عورت خود مختار ہوتی ہے، عورت اپنی مرضی سے کسی سے اجازت لئے بغیر بھی اپنا نکاح کرسکتی ہے، اگر نکاح نہ کرے تو کوئی اسے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ اب کوئی عورت اگر دوسری بیوی بننا نہیں چاہتی، تو وہ ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جس کے گھر میں پہلی بیوی موجود ہے۔ اسے کون مجبور کرسکتا ہے، لیکن جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کے گھر میں ایک اور بیوی موجود ہے اور وہ اپنی مصلحت کے تحت اپنے اختیار سے اس کی دوسری بیوی بنتی ہے، تو وہ کس سے شکایت کرتی ہے''۔ (۷)

مفتی محمد شفیع کا تجزیہ:

''قرآن کا کھلا ہوا فیصلہ اس معاملے میں ہر مسلمان جانتا ہے کہ سورۃ النساء کی آیت ۳ نے مسلمان کے لیے چار عورتوں تک بیک وقت نکاح میں جمع رکھنے کی اجازت دی ہے، رہا ان کا یہ کہنا کہ قرآن نے خود واضح کردیا ہے کہ یہ اجازت ان لوگوں کے لیے ہے جو ایک سے زائد بیویوں کے حقوق عدل وانصاف کے ساتھ پورے کرسکیں اور جو اس پر قادر نہیں، اس کے لیے قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر تم چند بیویوں میں برابری نہ کرسکو تو پھر ایک ہی نکاح پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ سو یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن نے پہلے نکاح کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایک بیوی کے نان نفقہ کی بھی قدرت نہیں رکھتا، اس کو چاہیے کہ اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک اس کو اللہ تعالیٰ اتنی وسعت نہ عطا فرمادیں جس سے بیوی کا نفقہ ادا ہوسکے۔ اس لیے بالفعل اس کو صبر وعفت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہیے۔ جن حضرات کو حق تعالیٰ نے فہم قرآن کی توفیق بخشی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں حکم ایک اخلاقی ہدایت نامہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرنے پر انسان گناہ گار اور محشر میں جوابدہ ہوگا، ان دونوں آیتوں میں نکاح پر کوئی قانونی پابندی نہیں کہ نکاح کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے، اور یہ اخلاقی ہدایت جیسے ازدواج ثانی پر ہے، اسی طرح پہلے نکاح پر بھی ہے''۔ (۸)

مفتی سیاح الدین کاکاخیل کا تجزیہ:

''جب اسلامی تعلیمات کی رو سے عقد ثانی ممنوع نہیں اور نہ کوئی برائی ہے، اس لیے ہر ایسی تجویز جو اس کو روکنے یا پابندیاں عائد کرکے عملاً ختم کردینے کی ہو ہمارے نزدیک غلط ہے، اگر عقد اول کسی عدالت کی

اور یہ قانون بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ یہ تجویز بھی دیتا ہے کہ پاکستان کے نافذ الوقت قانون میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرے نکاح کی اجازت کے حصول کے لیے موجودہ زوجہ کی مرضی غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے، اس کو حذف کر دینا چاہیے۔ (۱۱)

(۳) زوجین میں اختلاف اور مصالحت: ازدواجی زندگی میں کبھی اختلافات بھی رونما ہو سکتے ہیں، حکم ہے کہ ان اختلافات کو میاں بیوی خود ہی حکمت سے رفع کرنے کی کوشش کریں۔ مرد وسعت ظرف اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے، عورت کا رویہ غلط اور ناپسندیدہ ہو، تو افہام وتفہیم سے کام لے۔ حالات کو ٹھیک کرنے کے لیے وہ ناگواری کا اظہار بھی کر سکتا ہے اور خواب گاہ میں اس سے الگ رہ سکتا ہے، بوقت ضرورت کسی قدر سختی کی بھی اسے اجازت ہے، لیکن ایک حد سے آگے بڑھنے کا اسے حق نہیں ہے۔ اسی طرح عورت مرد کے اندر بے توجہی محسوس کرے، تو اپنے حقوق پر اصرار کرنے کی جگہ حقوق چھوڑنے کے لیے آمادہ ہو جائے۔ اس کے باوجود تعلقات ٹھیک نہ ہوں تو دونوں طرف کے دو افراد کو حکم مان کر ان کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا جائے، اس سے بھی تعلقات بحال نہ ہوں، تو طلاق یا خلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کی جائے، تاکہ دونوں ازدواجی بندھن سے آزاد ہو کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔ (۱۲)

مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء میں بھی زوجین کے درمیان مصالحت کا ذکر ہے، لیکن اس آرڈیننس کی رو سے مصالحت کے لیے طلاق کے بعد اقدامات تجویز کیے گئے ہیں، جیسا کہ مذکورہ آرڈیننس کے دفعہ ۷ کے ذیلی دفعہ ۴ میں کہا گیا ہے کہ:

''طلاق کے نوٹس کی وصولی کے تیس دن کے اندر چیرمین فریقین میں مصالحت کرانے کی غرض سے ایک ثالثی کونسل تشکیل دے گا اور ثالثی کونسل مذکورہ مصالحت کرانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔ (۱۳)

تقابلی جائزہ:

مصالحت کا کام طلاق سے پہلے ہونا چاہیے نہ کہ طلاق کے بعد اور یہی مصالحت کے متعلق آیات قرآنی کا تقاضا ہے، جیسا کہ مولانا مفتی محمود لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق صلح کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اگر زوجین میں نزاع ہو جائے تو طلاق سے قبل ایک حکم اُدھر سے اور ایک اِدھر سے لو، اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان میں موافقت

ہے، نہ وضاحت، حالانکہ حیض کے ذریعہ گزرنے والی عدت ۳۹ دن کی بھی ہوسکتی ہے اور یہ کم سے کم مدت ہے، صورت اس کی یہ ہے کہ اگر طہر کے اختتام پر طلاق دی ہو اور متصل ہی حیض شروع ہو جائے اور یہ بات سب پر عیاں ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور طہر کی کم از کم مدت ۱۵ دن ہے، تو پہلے حیض ۳ دن پھر طہر ۱۵ دن پھر حیض ۳ دن پھر طہر ۱۵ دن پھر تیسرا حیض ۳ دن، یہ کل ۳۹ دن ہو گئے۔ گویا عدت کی کم از کم مدت ۳۹ دن ہوسکتی ہے، لیکن عائلی قوانین بنانے والوں نے ۹۰ دن مقرر کئے ہیں، یہ اب بھی بضد ہیں کسی کی بات سننے اور سمجھنے کے روادار نہیں، لیکن یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے، عدت کو ۹۰ دن کے ساتھ خاص کرنا صریح نص کے مخالف ہے۔ یہ ۹۰ دن والی عدت صرف دو قسم کی عورتوں کی عدت ہوسکتی ہے:

(الف)　جس لڑکی کو صغر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو

(ب)　جس عورت کو بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ جو عورت غیر مدخول بہا ہو اور اسے طلاق دی جائے، تو اس کی عدت ہے ہی نہیں، لیکن عائلی قوانین میں اس کے لیے بھی ۹۰ دن مقرر ہیں، یہ صریح نص کی مخالفت ہے، لیکن وہ لوگ بضد ہیں، اب اس قانون کو بدلتے بھی نہیں'' [(۱۹)]

آپ مزید لکھتے ہیں:

''عدت کے لئے قرآن کریم کا اصول یہ ہے کہ عدت شروع ہوتی ہے طلاق کے وقت سے ((اور عورتوں کو عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو شمار کرو (الطلاق، ۶۵:۱)) طلاق جب دی گئی تو عدت فوراً شروع ہو جاتی ہے، لیکن اس آرڈیننس کے اندر یہ ہے کہ طلاق کے بعد سے نوے دن شمار ہوں گے، اگر بیس دن کے بعد چیئرمین (ثالثی کونسل) کو اطلاع ملی تو عدت بھی بیس دن کے بعد شروع ہوگی، یہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے''۔ [(۲۰)]

محمد تقی عثمانی آرڈیننس کے مذکورہ دفعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ آرڈیننس قران وسنت سے چھ چیزوں میں ٹکرا رہا ہے:

۱۔　آرڈیننس میں طلاق کے بعد ثالثی کے ذریعہ مصالحت کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور قرآن کریم نے طلاق سے پہلے مصالحت کی فکر کرنے کو کہا ہے۔

۲۔　آرڈیننس میں عدت گزرنے تک طلاق کا بالکل بے اثر قرار دیا گیا ہے، حالانکہ قرآن وسنت کی رو سے طلاق کا ایک اثر (پہلے شوہر کے لئے حرام ہونا) تو ہر حال میں طلاق کا لفظ بولتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور اگر

۴۔ مفتی سیاح الدین کاکاخیل، تفہیم الاحکام، لاہور، ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۹۶ء، ۱: ۱۰۹، ۱۱۰

۵۔ مفتی محمود''عائلی قوانین اور پوتے کی وراثت''، ہفت روزہ ترجمان اسلام (مفتی محمود نمبر) لاہور، ج ۲۳: ش ۱۶، ۱۷، ۱۷ اپریل ۱۹۸۱ء، ص ۴۸۵، ۴۸۶

۶۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، ۱۹۶۱ء (اردو ترجمہ، نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ء) ص ۱۴

۷۔ ترجمان اسلام، ص ۴۸۶، ۴۸۷

۸۔ مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ ۲: ۳۲، ۳۳

۹۔ مفتی، سیاح الدین کاکاخیل، تفہیم الاحکام، ۱: ۱۲۸، ۱۲۹۔

۱۰۔ مفتی محمد تقی عثمانی، ہمارے عائلی مسائل، ص ۶۵، ۶۶، دارالاشاعت، کراچی ۱۴۱۳ھ۔

۱۱۔ مجموعہ قوانین اسلام: ج ۱: ص ۱۳۵۔۱۴۳۔

۱۲۔ النساء، ۴: ۳۴، ۳۵

۱۳۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، ۱۹۶۱ء (اردو ترجمہ، نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ء) دفعہ ۷، ذیلی دفعہ ۴، ص ۱۵

۱۴۔ مولانا، مفتی محمود، ترجمان اسلام، ص ۴۹۲

۱۵۔ ہمارے عائلی مسائل، ص ۱۳۱

۱۶۔ الدکتور، وھبة الزحیلی، الفقه الاسلامی وادلته، فصل العدة والاستبراء، ۷: ۶۲۳، ۶۲۴، مکتبة العلمی، بیروت، ۲۰۰۶ء

۱۷۔ مفتی محمود، تفسیر محمود، ۱: ۳۴۰، ۳۴۱، جمعیت پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء

۱۸۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، ۱۹۶۱ء (اردو ترجمہ، نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ء) دفعہ ۷، ذیلی دفعہ ۳، ۵، ص ۱۵

۱۹۔ تفسیر محمود، ۱: ۳۴۱، ۳۴۲

۲۰۔ ترجمان اسلام، ص، ۴۹۱

۲۱۔ ہمارے عائلی مسائل، ص ۱۲۹، ۱۳۰

☆☆☆☆☆